© rasailojaraid.com

معتی بودھ رسوم ہی تھے ۔ مسلمانوں کے لیے مشکل تھی کہ وہ حکومت کی خوشنودی کے لیے اپنے تہذیبی ورثہ کو خیرباد کہہ کر برمی ازم یا بودھ رسوم کو اختیار کرلیں ۔

۶ - برمی رسوم ورواج اختیار نہ کرنے کی وجہ سے ان کے لیے عید الاضحیٰ پہ قربانی دینا ممنوع ٹھہرایا گیا - اسلامی تقریبات پر سرکاری تعطیلات ختم کر دی گئیں - حج پہ پابندی لگا دی گئی (چنانچہ اس سال برما کا کوئی بھی شخص حج کے لیے نہیں گیا) جنرل نے وتنی مسلمانوں کو اپنے نام بدلنے پر مجبور کیا- مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کر سکے- چنانچہ انہیں برمی شہریت سے محروم کر دیا گیا ، اُن کے مکان چھین کر دیگر افراد میں تقسیم کر دیے گئے ۔

۷ - مسلمانوں کو برمیانے کی اس تحریک سے قبل جنرل نے ون کی حکومت مسلمانوں کو برما کا شہری سمجھتی تھی ، چنانچہ قومیتوں کی کونسل میں مسلمانوں نے اپنے نمائندے چن کر بھیجے ۔

۸ - برما کی اقتصادی زندگی پہ مسلمانوں کے اثرات بہت گراں گذرنے لگے تھے - اس کا ردعمل بھی کام کر رہا ہے ۔

---

(۳)

فرد ہو ، جماعت ہو ، قوم یا تہذیب ، حکومت یا قیادت ہو ، ہر ایک کی اجل مسمیٰ ہوتی ہے اور اس اجلِ مسمیٰ کا تعین اعمال سے ہوتا ہے ، جیسے کہ قوموں کو مہلت کا ذکر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ

حکومتوں کا معاملہ تو خاص طور پہ نازک ہوتا ہے ؎

سلطنت نازک تر آمد از حباب
از دمے او را تواں کردن خراب

خصوصاً جب کوئی حکومت کسی وقتی ضرورت کے تحت اوپر ہی اوپر سے نمودار ہوئی ہو اور جس کی خود اپنی نگاہ میں بھی اس کا وجود عبوری ہو - ہمارے ہاں پہلے بھی مارشل لا لگتے رہے ہیں ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر اس دفعہ پہلا مارشل لا ایسا لگا ہے کہ جس نے عوام سے خراجِ محبت و تحسین وصول کیا۔ لیکن قابلِ غور یہ امر ہے کہ آیا عوام کے جذبات اپنے اُسی معیار پہ جوں کے توں قائم ہیں؟ زیادہ زور پہ آگئے ہیں؟ یا پہلے سے دھیمے ہو رہے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں ہماری موجودہ عبوری حکومت اندازہ کر سکتی ہے کہ اس کی اجلِ مسمّٰی کتنی دُور یا قریب ہے؟

تاریخ پڑھ کر دیکھیے، حکومتیں اور قیادتیں اور جماعتیں اس سوال پہ اوّل تو غور ہی نہیں کیا کرتیں، اگر کبھی ادھر توجہ ہو بھی تو وہ خود فریبی میں مبتلا رہتی ہیں اور یہ من گھڑت رائے قائم کر کے مطمئن ہو جاتی ہیں کہ سب اچھا ہے۔ یہ حساب لگانا کہ خود اُن کی پوزیشن میں کیا تبدیلی آچکی ہے؟ مسائل و احوال کونسی اچھی یا بُری شکل اختیار کر رہے ہیں اور عوامی رجحانات کی جنبش کرتی ہوئی سُوئی آیا خوش آئند مثبت سمت کی طرف بڑھ رہی ہے یا ناپسندیدہ منفی جانب۔ نتیجہ یہ کہ اجلِ مسمّٰی نوامیسِ الٰہی کے تحت یکایک تقدیر کا فرمان لیے داخل ہوتی ہے اور اس فرمان کو رد کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ جو کچھ بھی کیا جا سکتا ہے وہ اس کے صدور سے پہلے کیا جا سکتا ہے، بعد از وقت کوئی مہلت نہیں ملا کرتی۔

پس اصحاب حکومت اور اربابِ قیادت کو کتنا چوکنا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ ؏

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُور شد

اب چند ایسے بدیہی اُمور کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی درست یا نادرست صورت میں واقع ہونے سے مہلتِ کار میں اضافہ یا کمی واقع ہو سکتی ہے۔

کسی بھی حکومت کے سامنے یہ طے شُدہ نقشہ موجود ہونا چاہیے کہ اُسے کتنے وقت میں کیا کیا ضروری کام لازماً انجام دینے ہیں اور کن کن خرابیوں کا کس ترتیب سے انسداد کرنا ہے۔ یہ نقشہ ہی اگر رومانوی یا انتہا پسندانہ یا اپنے ظرفِ استطاعت سے زیادہ بڑا ہو تو منصوبہ پورا نہ ہو سکے گا۔ اور نقشہ اگر اپنی جگہ درست ہو، لیکن عملاً اس کے مطابق کام نہ کیا جا سکے تو صاف بات ہے کہ اقتدار کی گوہ دچوگاں میں بازی مات ہونے کا خطرہ ہے۔ اس بنیادی اور وسیع الاثر کوتاہی کا ازالہ لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سامنے وضاحتیں اور معذرتیں کرنے سے نہیں ہو سکتا، کیونکہ نوامیسِ قدرت اپنا کام ریاضیاتی اور مشینی طریقے سے کرتے چلے جاتے ہیں۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ کسی بھی حکومت کو اپنے سلوگن، اپنے عقیدے اور نظریے اور اپنے اعلان کردہ پروگرام کو ملحوظ رکھ کر یہ امر بھی دوٹوک طریق سے طے کر لینا چاہیے کہ اسے اپنا کام صحیح طریق سے کرنے کے لیے کیسے لوگ چاہئیں، کن اوصاف کے افسر اور کن صلاحیتوں کے کارکن۔

آپ کو اگر مسجد کا انتظام چلانے کے لیے کوئی کمیٹی بنانی ہو تو اس میں اگر زنا و اغوا کے رسہ گیروں، اسمگلروں، سود خوروں، الحاد پسندوں اور مفاد پرست منافقوں کو جمع کر دیں گے تو وہ مسجد کی آبادکاری کے بجائے اس کی تباہ کاری کا کارنامہ انجام دیں گے۔ اسی اصول پر کسی بھی درجے کی اسلامی حکومت چلانے کے لیے ایک خاص طرح کے لوگ درکار ہیں، اور ایک خاص طرح کے لوگوں کو دور ہٹا کے رکھنا چاہیے۔ ورنہ کارکنوں میں اگر اسلام کے مخالفین اور ان کے ساتھ اسلام ناآشنا افراد کو جمع کر لیا جائے تو نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ اوپر سے آپ اسلام اسلام پکارتے رہیں اور نیچے اسلام کی جڑیں آپ ہی کے کارندے کھود رہے ہوں۔

یہ ضروری نہیں ہوتا، اور نہ یہ ممکن ہے کہ کسی سیکرٹریٹ، کسی محکمے یا کسی دفتر کے سو فیصد افراد ڈھب کے ہوں۔ نہیں، ان میں سے ایک جاندار اقلیت ایسی تلاش کر کے اس کو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر کار پرداز بنا دینا چاہیے اور اسی کو افراد اور روزمرہ کام اور مصارف کا نگران بھی ہونا چاہیے جو اسلام کے لیے مخلص، پاکستان کے محب اور کردار کے لحاظ سے بے رخنہ ہو۔

یہ کام اگر نہ ہو سکے تو پھر بیوروکریسی کے بڑے افسر اور چھوٹے کارکن مل جل کر ایک ایسی آہنی دیوار بن جاتے ہیں جس کے ایک طرف حکمران قوت ہوتی ہے اور جس کے دوسری جانب عوام پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان سیدھا سادا رابطہ باقی نہیں رہتا۔ اسی رابطے کو قائم رکھنے کے لیے سیاسی پارٹی کا ہونا ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف حکومت کی ذمہ داریوں کو سنبھالتی ہے اور دوسری طرف عوام سے رابطہ رکھتی ہے۔

مجھے ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ اس پہلو سے بھی حالات کا جائزہ لے کر اپنی کوئی رائے دوں۔ مفید اور مؤثر صورت یہی ہے کہ خود حکمران قوت ہی اس مسئلے پر غور کرے، حالات کو سمجھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اپنی راہ عمل میں جیسی تبدیلی ضروری ہو کرے ۔

کسی بھی حکومت و قیادت کی قوت کا ایک راز اُن وعدوں کے صحیح اور بروقت ایفا میں مضمر ہے جو پبلک سے استوار کیے جاتے ہیں ۔ ان مواعید کو اگر پورا نہ کیا جائے ، یا غلط طریق سے پورا کیا جائے ، یا انہیں بے جا طور پر التوا میں ڈال جاتا رہے تو ساکھ ختم ہو جاتی ہے ۔

مثلاً بحالاتِ موجودہ پبلک کے سامنے حکومت کے جو مواعید موجود ہیں ان میں سے چند یہ ہیں : (۱) اُردو زبان کی بہ حیثیت قومی زبان کے ہر سطح پر اور ہر دائرے میں ترویج ۔ (۲) اسلامی قوانین کا نفاذ اور عدالتوں کا یہ اختیار پا لینا کہ وہ کسی بھی سامنے آنے والے قانون کے متعلق فیصلہ کر سکیں کہ وہ اسلامی ہے یا نہیں ۔ (۳) موجودہ نظام تعلیم کو بدل کر ایسا نظام تعلیم تشکیل دینا کہ جس میں مرکزیت اسلامی ایمان و اخلاق ، اسلامی قانون ، اسلامی تاریخ اور اسلامی شخصیتوں کو حاصل ہو اور جس کا مقصد مسلم لیڈروں ، مسلم انجینئرز ، مسلم ڈاکٹرز ، مسلم قانون دانوں ، مسلم معلّمین ، مسلم افسران اور ملازمین ، مسلم ایڈمنسٹریٹروں ، مسلم ماہرین اقتصادیات ، مسلم ادیبوں اور صحافیوں اور مسلم شہریوں ، مزدوروں ، کسانوں اور دولتمندوں کو تیار کر کے معاشرے کو بہم پہنچانا ہو ۔

حکومت کی طرف سے ایک سے زائد بار دہرایا ہوا یہ وعدہ بھی سب کے سامنے ہے کہ پاکستان میں مخلوط تعلیم کو ختم کرنے کے لیے قدم اوّل کے طور پر دو ایک شہروں میں خواتین یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا

بنگلہ دیش میں انتہا درجے کی خستہ حالی کے شکار جو غیر بنگالی تباہی کے کیمپ میں پڑے ہیں ۔ ان سب کا استحقاق ہے کہ پاکستان میں انہیں پناہ حاصل ہو ۔ لیکن ۲۵ ہزار افراد کو منتقل کرنے کا تو صریح وعدہ کیا جا چکا ہے ۔ اس وعدے پہ گذرنے والی مدت حکومت کی مقبولیت پر اثر ڈال رہی ہے ۔

حکومت کی طرف سے یہ وعدہ بھی ہمارے سامنے ہے اور اس پہ ایک حد تک عمل بھی ہوا ہے کہ میٹھو دور میں قومی اتحاد کے کارکنوں کو جو سزائیں دی گئی تھیں یا اُن کے خلاف جو مقدمات چلائے گئے تھے وہ کالعدم قرار دیے جائیں گے ۔ بدقسمتی سے آج بھی قومی اتحاد کے کارکنوں کی ایک تعداد سزائیں بھگت رہی ہے ، اور بہت سے لوگوں کے خلاف پرانے فائیلوں سے فراموش شدہ مقدمات پھر لائے جا رہے ہیں اور کئی نوجوان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیشیاں بھگت رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ کام ایک اعلان یا فیصلے کے تحت ایک دن میں سرانجام نہیں پا سکتا ؟ کیوں نہیں پا سکتا ؟ اس میں اگر جیل یا پولیس کا عملہ رخنہ انداز ہو تو اسے انتباہ ملنا چاہیے کہ اگر ایسی کوئی سزا یا ایسا کوئی مقدمہ آج کے بعد حکومت کے نوٹس میں آیا تو متعلقہ افراد کو سزا ملے گی۔ میری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ ایک کام کے کرنے کا فیصلہ ہے اور پھر وہ سرانجام نہ پا سکے۔ معاملہ مؤثر تدبیروں کے اختیار کرنے اور قطعی اقدامات کرنے کا ہے، اور بس !

بیوروکریسی کے ماہرین اور حکمران اور عوام کے درمیان حائل ہونے میں کامیاب ہو جائیں تو اصل حکومت وہ خود کرتے ہیں۔ اپنا خیال حکمران کے دماغ میں اور اپنی بات اس کے منہ میں اس طرح ڈالتے ہیں کہ اُلٹا انہیں تشکر حاصل ہوتا ہے۔ جس کے سر ذمہ داری ہے اسے حالات سے آگاہ ہی نہیں ہونے دیتے کہ وہ موافق جا رہے ہیں یا مخالف۔ دور اندیش حکمران اس خطرے سے بچنے کے لیے ایک چیز پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ تمام کاغذات اور فائیلوں کو ان کی نظر سے گذرنا چاہیے۔ کام زیادہ ہو تو وہ اپنے اعتماد کے قریب ترین رفقاء میں سے جن کا تعلق بیوروکریسی سے نہ ہو دو ایک کا تعاون حاصل کر لیتے ہیں۔

بہت بڑی چیز جس کا خیال رکھنا لازم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ لوگوں کی شکایات اور تکالیف اور انہیں پیش آنے والی بے انصافیوں کا ازالہ ہو۔ اسی طرح رائے عام کو شدید طور پر متاثر کرنے والی ایک چیز جرائم کی کثرت ہے جو حالتِ امن کو ختم کر کے ہر کسی کو حالتِ خوف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اگر شکایات اور تکالیف کی بیلیں ہر طرف پھیل کر ایک ایک شہری کے گلے اور ہاتھوں اور پاؤں پر لپیٹ جائیں اور ان میں نیچے ہی نیچے اضافہ ہوتا رہے تو کسی بھی حکومت کی مہلت کار میں تیزی سے کمی آنے لگتی ہے۔ اسی طرح مثبت سمت میں یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ باشندگانِ ملک کی تعلیمی، دینی، سوشل اور ثقافتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ٹھوس اور نمایاں اقدامات کیے جائیں۔ اور اس فلاحی و تعمیری مہم کا قدم ہر روز آگے کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑھتا جائے۔ اس مثبت پہلو سے بھی اگر جمود طاری ہو جائے یا انتہائی سست روی پیدا ہو جائے تو بھی اثرات اچھے نہیں ہوتے۔ حکومت —— خصوصاً انقلابی یا عبوری حکومت وہی کامیاب ہوتی ہے جو ہر صبح کو کسی نہ کسی نئے اقدام کا پیغام دے، اور ہر شام کو عوام کو کسی نئی خدمت کا تحفہ پیش کر سکے۔ معاملہ کچھ بین اور سانپ کا سا ہے۔ بین کی آواز اور سپیرے کے جھومتے سر کی جنبشیں جہاں ذرا رکیں، فوراً سانپ حملہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح حکومتیں بھی عوام کو مداریوں کی طرح ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے نئے شعبدے میں اتنا منہمک رکھتی ہیں کہ اُن کے ذہن کو حکومت کے خلاف کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

مذکورہ صورتیں اگر حسب مراد نہ جا رہی ہوں تو حکومت کے حامی عناصر جن کی تائید اُسے مسند پہ بیٹھنے کی سندِ جواز دیتی ہے، کچھ ڈھیلے ہونے لگتے ہیں۔ اوّل اوّل وہ حکمران قوت کے اقدامات کی پُرزور تائید کرتے ہیں، پھر جب حالات بہتری کی طرف نہ بڑھ سکیں تو وہ معترضین اور سائلوں کا منہ گھڑت توجیہات سے منہ بند کرتے ہیں، لیکن اس سے بھی معاملہ گذر جائے تو پھر وہ مخالفین کے مقابلے میں کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ان کو مضبوط اور مطمئن رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ قوم کے تمام طبقات و عناصر کو اپنے ساتھ ہم آہنگ کرنا اچھا آئیڈیل تو ہے، مگر عملاً سب کو راضی رکھنے کی کوششوں سے سب راضی بھی نہیں ہوتے، اور جو مخلص حامی بھرپور تائید کرتے رہتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ پیچھے چلے جاتے ہیں۔ کسی بھی حکومت کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے اصلی مخلص حمائتیوں کو جانے پہچانے اور اُن کی تسکین کا سامان کرے اور سب کو اپنانے کی کوشش میں ان کو ہاتھوں سے گنوا نہ دے۔

بہت گہرا جذبۂ خیر خواہی ہے جس کے تحت یہ سطور لکھی گئی ہیں۔ کوئی ان کو پڑھ کر غور کرے تو بڑی بات ہے، یہ کسی کے لیے درخورِ اعتناء ہی نہ ہوں تو اپنا کوئی دعویٰ تو ہے نہیں!

اپنا مقصد دین، ملت، ملک، سیاسی کارپردازوں اور جمہور کی بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں۔

© rasailojaraid.com